OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.12 Issue 13June 2023

سیاسی غلبہ اور مغلوبیت کے ادوار میں مناہجِ اصلاح کا اختلاف: مجدّدِ الفِ ثانی اور شاہ ولی اللہؒ کے اصولوں کا تقابلی مطالعہ

METHODOLGICAL DIFFERENCES IN POLITICAL REFORMS DURING PERIODS OF MUSLIM DOMINANCE AND SUBJUGATION: A COMPARATIVE STUDY OF THE PRINCIPLES OF MUJADDID AL-THANI AND SHAHWLIULLAH

Muhammad Sohail Rafique
Ph.D Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore.

Prof. Dr. Ishtiaq Ahmad Gondal
Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore.

Abstract: The following article covers aspects of 16th /17th and 18th century Mughal dynastypolitics. In both ages, Muslim rulers were on different stages. Akbar and Jahangir's time, Mughal politics were on full peak. But Akbar's "Deen e Elahi" and Jahangir's attention to "Rawafid" made situation very critical for Sunni members of Mughal court. Mujaddid made effort for the revival of real, pure Islam fromnon-Islamic (*Hindu*) elements as well as Rawafid (*Shi'a*) influence on court. While on the other side, Shah Waliullah influenced maximum members of falling Mughal empire court. He called Ahmed Shah Abdali to make alliance with Najeeb ul Dawla to make final attempt for *Maratha, Jaat* and *Sikh* oppression and tyranny. Both have many common political concernsi.e., stability of state, religious reforms, immediate defense etc. and different political perspective according to time and its necessities.

Key Words: Politics, Dominancy, Submissiveness, Restoration approach, Mujaddid Alf e Thani and Shah Waliullah..

برصغیر کی مسلم تاریخ کا مطالعہ ہم پر واضح کرتا ہے کہ اس خطے میں تجدیدی جہت سے ہمہ پہلو اصلاح کا فریضہ سرانجام دینے والوں میں دو نمایاں اور معروف شخصیات حضرت مجددّ الفِ ثانیؒ (1624ءم) اور حضرت شاہ ولی اللہؒ (1762ءم) ہیں۔ ان دونوں مجددین کا منہج اصلاح جہاں بعض پہلوؤں میں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے وہیں بعض اطراف میں، اپنے خاص زمانی سیاق و احوال کے باعث مختلف بھی ہے۔ حضرت مجددؒ نے جس عہد میں اصلاح کا کام کیا وہ مسلمانوں کے باجبروتاور مکمل سیاسی غلبہ کا دور تھا۔ جب کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا دور سیاسی اعتبار سے طوائف الملوکی اور زوال کا دور تھا۔ ان دونوں نے اپنے اپنے زمانے کے تناظر میں اپنے اپنے اصلاحی مشن کے اصول و فروع مرتب کیے۔ آئندہ سطور میں انہی اصولوں کو واضح کرنے کی سعی کی جائے گی۔

ہر قوم کی طرح، مسلمان قوم کا وجود بھی مذہبی عقائد اور فکر پر قائم ہے۔ یہی عقائد و نظریات ایک اشتراک پیدا کرتے ہیں۔ جن سے افراد میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ جس کا تعلق عقل کی بجائے دل سے ہے۔ اسی تعلق اور ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لیے تبلیغ، اصلاح اور تجدید کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس ضرورت کو وقت کے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھالا جائے تو

- معاشرے میں غیر اسلامی اثرات پھیل جاتے ہیں۔
- دین میں پختگی کمزور ہو جاتی ہے۔
- بدعقیدگی سے بے عملی اور پھر دین سے ہی نکل جانے کی کوشش پیدا ہو جاتی ہے۔
- قوم کی اپنی پہچان اور خصوصیت زائل ہونے لگتی ہے۔

ان درج بالا اثرات سے جو نتائج پیدا ہو سکتے ہیں وہ بنیادی طور پر ذہنی، دینی اور سیاسی طور پر مغلوب ہونا ہیں۔ حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ دو ایسے مفکر ہیں کہ جنھوں نے برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی غلبہ اور مغلوبیت کے ادوار میں معاشرے کو ان بنیادوں پر استوار کیا، جن پر وہ پہلے قائم ہوا تھا۔ کسی بھی خطے میں آباد مسلمان معاشرے کی اساس، قرآن حکیم، احادیثِ نبوی ﷺ، مسلمان مفکرین، شعراء، مصنفین، تاریخی اہمیت کی حامل شخصیتیں اور قوم کے تاریخی تجربے ہوتے ہیں۔ [1] حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے اپنے اسی فکری و عملی ورثے کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے دور کی ضرورت کو پورا کرنے کی سعی کی۔ ذیل میں ہم ان دونوں شخصیات کی سیاسی مناہجِ اصلاح کے اختلاف کا جائزہ پیش کریں گے۔

عہدِ مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی احوال کے فروق:

حضرت مجددؒ (1564ء-1624ء) نے اپنی زندگی میں اکبرؒ اور جہانگیرؒ بادشاہ کے حکومتی ادوار کو دیکھا تھا۔ اکبرؒ نے اپنے والد ہمایوںؒ کے بعد ہندوستانؒ میں مغلؒ سلطنت کو قائم اور مستحکم کیا۔ اور اس سلسلے میں بیرونی طور پر ایرانؒ

اور اندرونی طور پر ہندو راجپوتوں کا تعاون حاصل کیا۔ جس کی بنا پر ہندو اور ایرانی اثرات، سیاست کے ساتھ معاشرے میں نشو نما پانے لگے۔ ابتدائی دورِ مجدد میں اکبر نے مذہبی مباحث میں دلچسپی لینی شروع کی۔ جس کے انعقاد کے لیے ایک عمارت **عبادت خانہ** کے نام سے تعمیر کروائی۔ ان مذہبی مباحث نے جلد ہی اکبر کو دینِ اسلام سے متنفر کرنا شروع کر دیا۔ جس کا انجام **محضر نامہ** پر علماء کے دستخط سے ہوا۔ اس محضر کے تحت اکبر کو دینی مختلف فیہ مسائل میں اجتہاد کے وسیع اختیارات مل گئے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ کے ہر حکم کی قرآن و سنت ﷺ سے تاویلات کر کے، نصِ شرعی کے خلاف بدعت کا رواج ہونے لگا۔

مجتہد کا درجہ مل جانے اور علماءِ سوء کے تعاون سے سچائی کی تلاش کا آغاز ہوا۔ صداقت کی اضافت کے نظریے کے تحت تمام مذاہب ایک ہی درجے میں شمار ہوئے۔ اور ایک متحدہ و متفقہ دین، **دینِ الٰہی** کی تدوین عمل میں آئی۔ [2]لیکن درباری ماحول میں کثرت کے باعث ہندومت کی سچائی پر مہر لگ گئی۔ درباری معاملات کا سارا رجحان ہندومت کی طرف ہونے لگا۔ [3]سیاست میں اکثریتی قاعدے کے مطابق ہندوؤں کا عمل دخل بڑھ گیا۔ ہندو احیاء کی تحریکیں جیسے **بھگتی** تحریک کے بھی مسلمانوں کو معاشرتی اور سیاسی طور پر کمزور کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ [4]ایرانی اور ویدانتی نظریات سے ایک ایسا فلسفیانہ تصوّف پیدا ہوا جس نے اسلام کے اعتقادی اور اخلاقی نظام کو کمزور کر دیا جس کی وجہ سے داعی اسلام اور مصلحین میں سے کچھ نے اکبر پر تنقید کی اور جان سے گئے۔ [5]اور کچھ نے اپنے ایمان ہی کی سلامتی کو لازمی خیال کیا۔ [6]اکبر کے دور میں مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل تھا۔ لیکن ان سب کہ باوجود سیاسی معاملات میں ہندوؤں کی مداخلت، مسلمانوں سے زیادہ تھی۔ جہانگیر کا سنّی امراء کی طرف التفات نہ ہونے کے برابر تھا۔ نور جہاں کی طرف خصوصی رغبت کی وجہ سے رافضی امراء و مشیر، جہانگیر کے دربار میں ہر وقت موجود رہتے تھے۔ چناں چہ ہندی اور رافضی اراکین سلطنت کی وجہ سے مسلمانوں کی حکومت اور معاشرے میں ایک دینی، سیاسی، ذہنی اور تہذیبی ارتداد سامنے آنے لگا۔ جس کی حمایت میں ایک عظیم ترین سلطنت، فوجی طاقت اور اپنے زمانے کے ذہین ترین اور فاضل علماء کی فکری تائید بھی حاصل تھی۔ [7]

اس کے برعکس شاہ ولی اللہ کا عہد (1703ء-1762ء)، مغلیہ سلطنت کی زوال پزیری کا دور تھا۔ آپ نے اپنے پورے عہد میں 1-بادشاہوں کے احکامات کے نفوذ و تنسیخ کو ملاحظہ کیا تھا۔ مغلیہ سلطنت کے جانشین ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے اور قتل کرنے میں آگے رہتے۔ حکومت مخالف اقوام جیسے سکھ، جاٹ، مرہٹوں سے حمایت حاصل کرتے۔ دشمنوں سے جنگ کی بجائے، انہیں رشوتیں اور بھاری رقوم دے دیتے تاکہ وہ لوٹ جائیں۔ حکومت مخالف اقدام لوٹ مار، قتل و غارت اور تخریب کا دور دورہ تھا۔ شاہی خزانہ، جنگوں کے اخراجات، جدید اسلحہ سے آراستہ ہونے اور سپاہیوں اور افواج کی تنخواہوں کی ادائیگیوں کی بجائے، غیر اخلاقی سرگرمیوں پر خرچ ہونے لگا۔ نادر شاہ نے (1839ء) میں حملہ کر کے دہلی کو لوٹا اور قتل و غارت کی۔ احمد شاہ ابدالی نے کئی بار حملے کیے۔ [8]اور شاہی خزانہ، امراء و اراکینِ سلطنت

سے دولت وزر اکٹھا کیا گیا۔ حکومت مخالف اقوام سکھ، جاٹ، مرہٹے اپنی اپنی سیاسی احیاء کی کوشش میں تھے۔ اور سیاسی بالادستی کے لیے ہر ممکنہ اقدام انہوں نے کیا جو وہ اس کے حصول کے لیے کر سکتے تھے۔ اور اس اقدام میں اگرچہ ہندو۔ مسلمان سب ہی ان کے مظالم کا شکار تھے۔ لیکن مسلمان سب سے زیادہ ان سے متاثر تھے۔ جن کا ذکر شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان الفاظ سے کیا ہے کہ **"چاقو ہڈیوں تک پہنچ گیا ہے"**۔ اسی لیے شاہ صاحب نے شاہ عالم ثانی، نجیب الدولہ اور دیگر مغل امراء وخاندان کے افراد کے مشترکہ فیصلے پر ابدالی کو ہندوستان مدعو کر کے جاٹوں اور مرہٹوں کے خاتمے کو ممکن بنایا۔[9]

حضرت مجددؒ کی سیاسی عدم مداخلت اور شاہ ولی اللہؒ کی مداخلت کی پالیسی:

حضرت مجددؒ ایک بہت بڑے صوفی اور عالم تھے۔ اس کے باوجود آپ ارباب اقتدار سے الگ اور علیحدہ نہ رہے۔ بلکہ اپنا اصلاحی پروگرام اور طریقِ عمل تین طریقوں سے جاری کیا۔

- غیر سرکاری سنجیدہ (دانشور) طبقے کی اصلاح۔
- ارکانِ سلطنت کی اصلاح۔
- بادشاہ کی اصلاح۔

پہلے درجے میں اصلاحِ رسوم وبدعات کے لیے اور عقائد وتصوف کی اصلاح کے لیے مختلف علماء، فقہاء اور صوفیاء سے تعلق قائم کر کے ان کی اصلاح کی۔ بدعات کی تردید کی۔ عقائد کی شریعتِ اسلامی کے تحت تصحیح کی۔ صوفیاء کی اصلاح کے لیے وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشھود کا نظریہ پیش کیا۔ **دوسرے درجے** پر ارا کینِ سلطنت سے رابطہ قائم کیا۔ ان میں اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کیا۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار کے اہم اور مقتدر سنی ارا کین کو، حضرت مجددؒ نے اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر لیا۔ کیوں کہ حضرت مجددؒ کو یہ یقین تھا کہ ارا کینِ سلطنت جیسے ابوالفضل، فیضی اور شریف آملی وغیرہ ہی کی وجہ سے سلطنت میں بگاڑ پیدا ہوا تھا۔ اسی لیے ارا کینِ سلطنت کی اصلاح، بادشاہ کی اصلاح سے مقدم ہے۔ کیوں کہ فساد ان ہی کی وجہ سے پھیلا تھا۔
تیسرے درجے میں خود بادشاہ جہانگیر تک رسائی، بغیر کسی کوشش کے، روافض اور ذی اثر امراء کی طرف سے پھیلائے گئے شبہات کے باعث، دربار میں پیشی کا حکم ہوا۔ چناں چہ حضرت مجددؒ، سجدہ تعظیمی نہ کرنے کی سزا میں ایک سال قید رہے۔ اور پھر خود ذاتی مرضی کی بناء پر تین سال تک لشکر میں رہے۔ اس دوران قیدیوں، افواج، کمانڈانوں اور خود بادشاہ کی بھی اصلاح کرتے رہے۔ ان سب مراعات ومواقع، اکبر وجہانگیر کے پورے حلیف ارا کینِ سلطنت کو زیرِ اثر لانے، شاہی لشکر میں نفوذ ورسوخ حاصل کرنے اور مریدین وخلفاء کی کثرت کے باوجود آپ نے سیاسی عدم مداخلت یعنی بغاوت سے گریز کیا۔

اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

- بغاوت کا جائز ہونا صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ حکمران صریح کفر کا اظہار کرے۔ جب کہ حضرت مجددؒ، اکبرؔ کو کافر نہیں بلکہ فاسق قرار دیتے تھے۔
- حکومت مخالف عملی اقدام کے لیے اتنی قوت کا ہونا لازمی ہے کہ جس سے بظاہر کامیابی کی توقع کی جا سکے۔ چوں کہ اکبرؔ و جہانگیرؔ کے دور میں حضرت مجددؒ کے پاس اتنی قوت نہیں ہو گی۔ اس لیے وہ اقدام نہ کر سکے۔
- بغاوت سے چوں کہ خونریزی پیدا ہوتی ہے اور حضرت مجددؒ کے نزدیک اصلاحِ حکومت ہی نصب العین تھا۔ اس لیے انتہائی قدم سے گریز کیا۔
- اس زمانے میں مسلمان بادشاہوں اور امراء کے درمیان خانہ جنگی بہت بڑھی ہوئی تھی کہ اگر بغاوت کا اعلان ہوتا تو حضرت مجددؒ کے ہم خیال امراء بھی یہی سوچتے کہ حکومت کے حصول کے لیے یہ ساری سعی کی گئی ہے۔[10]
- ہندو راجپوتؔ، اکبرؔ کے تعاون سے اتنے مضبوط ہو گئے تھے کہ اگر حضرت مجددؒ کوئی عملی اقدام کرتے تو حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر ہندوؔ اکثریتی جماعت کے ہاتھوں میں چلی جاتی۔
- جہانگیرؔ کے دور میں روافضؔ کا اثر ورسوخ مغلؔ سیاست میں زیادہ تھا۔ اس لیے اگر خروج یا بغاوت ہوتی تو حکمران جماعت اور امراء، سنّیؔ مسلمان اور امراء سے بددل ہو جاتے۔ اور روافضؔ کا اثر و رسوخ اور گہرا ہو جاتا۔ اس لیے مدبرانہ اور عاقلانہ لائحہ عمل یہی طے پایا کہ بادشاہ کے مقربین امراء و وزراء کے ذریعے حکومت کی سیاسی امور میں اصلاح کی جائے۔[11]

جب کہ دوسری جانب شاہ ولی اللہؔ ہیں جنھوں نے اپنے عہد کے حالات و کوائف ک اسباب و علل کا پورا جائزہ لیا۔ اور سیاست میں عدم مداخلت کی بجائے قائدانہ عملی کردار ادا کیا ہے۔ شاہ صاحبؔ کا دور مغلیہؔ حکومت کی زوال پزیری کا دور ہے۔ شاہ صاحبؔ کو ہندوستان میں مغلیہؔ سلطنت کا مضبوط ہونا ناممکن لگ رہا تھا۔ لیکن وہ برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کو فی الوقت روکنا چاہتے تھے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک جب تک معاشرتی حالات کے تقاضے کے مطابق کوئی متبادل بندوبست نہیں ہو جاتا، کوئی سیاسی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ شاہ صاحبؔ کے مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بادشاہ، امراء، وزراء اور دیگر حکومتی اراکین بھی ان سیاسی حالات کہ ٹھیک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ چناں چہ شاہ صاحبؔ نے نجیب الدولہؔ اور اس کی قوم روہیلوںؔ کے ذریعے مغلؔ سلاطین کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ کچھ کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن روہیلوںؔ کی کم تعداد، وسائل کی کمی، آزاد، خودرائے اور ضدی و متعصب ہونا، خود ان کے اتحاد

عمل کے لیے رکاوٹ تھا۔ اس لیے شاہ صاحبؒ نے مغلؒ حکومت کے سرحدی صوبوں سے ابدالیؒ کو بلا کر روہیلہؒ اور افغانؒ، اشتراک واتحاد سے ایک نے عسکری اتحاد قائم کیا۔ چوں کہ غیر مسلموں، مرہٹوںؒ اور جاٹوںؒ سے حمایت وتعاون سے خود مسلمانوں کو نقصان پہنچا تھا۔ اس لیے واحد مسلم طاقت، احمد شاہ ابدالیؒ کو افغانستانؒ سے مدعو کیا گیا۔ لیکن اس بات کی بھی تنبیہ کر دی کہ نادر شاہؒ کی طرح صرف مسلمانوں کو ہی زیر وزبر نہ کرے، اور نہ ہی لوٹ مار ہو تاہم مغلؒ سلطنت مرہٹوںؒ کے حملے سے تو بچ گئی، لیکن اپنے آپ کو مستحکم نہ کر سکی۔"[۱۲]

حضرت مجددؒ کی کامیابی کی جہات:

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ حضرت مجددؒ کا عہد، برصغیر میں مسلمانوں کا دورِ عروج تھا۔ جس میں ہر قسم کی آسودگی حاصل تھی۔ خاص وعام، سب معاشی لحاظ سے آسودہ حال تھے۔ خود اکبرؒ کا جاہ وجلال 40-سال سے بیشتر مغلیہؒ سلطنت کو نشو نما دیتا رہا۔ ہر طرح کی سیاسی فتوحات بھی حاصل تھی۔ دشمن مغلوب تھے۔ ذرائع پیداوار بھرپو رتھے۔ علم دوستی اور علم پروری کا دور دورہ تھا۔ تعلق مع اللہ کے لیے خانقاہیں موجود تھی۔ اس کے ساتھ اکثریتی تعداد والے ہندوؒ بھی اپنی مذہبی حمیت اور احیاء کے لیے بیدار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے مسجدوں کو گرا کر مندروں کی تعمیر کی جارہی تھی۔ مسلمانوں کے رسم ورواج اور مذہبی رسوم کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالی جارہی تھی۔ سیاسی امور میں بھی ہندوؒ آگے بڑھ رہے تھے۔ جہانگیرؒ کے دور میں ہندوؒ اثرات کم ہوئے تو روافضؒ کا رسوخ، نور جہاںؒ کی وجہ سے بڑھ گیا۔ چناں چہ ان حالات میں حضرت مجددؒ نے جن جہات کو اصلاح کے لیے مقرر کیا، ان میں کامیابی بھی ان کو حاصل ہوئی۔ سب سے پہلے ان کے مخاطب برصغیر کے مسلمان دانشور وعلمی حضرات تھے، جن میں علماء، صوفیاء، قاضی اور فقہاء وغیرہ شامل تھے۔ ان کی اصلاح کے لیے آپؒ نے سب سے پہلے اپنے دور کے معاشرے کی اخلاقی صورتحال، ماحول اور معاشرے کی ضروریات کو مدِ نظر رکھا۔ چناں چہ آپؒ نے سب سے پہلے اس امر کو لازمی قرار دیا کہ

- سماج کی اصلاح میں عدم انتشار اور عدم تصادم کو مرکزیت اور اہمیت دینا لازمی ہے۔
- سماج کے تمام طبقات تک رسائی اختیار کی جائے۔
- عقائد کی اصلاح سب سے مقدم ہے۔
- مریدین کی تیاری کو لازمی قرار دیا تاکہ وہ دوسرے علاقوں میں بھی اصلاح کر سکیں۔
- شرعی اور باطنی علوم کے درمیان مطابقت پیدا کرنا۔

دوسرے درجے میں امراء ووزراءِ مغلؒ سلطنت تک رسائی اور ان کی اصلاح مطلوب تھی۔ تاکہ حکومت کا رخ ہندوؒ فکر کی طرف نہ جھک جائے۔ بلکہ اسلامی حکومت ہر صورت غالب رہے۔ اس سلسلے کے لیے جن امور کو اہمیت دی گئی، وہ درج ذیل ہیں۔

- سیاسیات میں عدم مداخلت، خروج یا بغاوت سے انحراف اور اصلاحی نکتہ نظر کے فروغ کی کوشش کی جائے۔
- کامیابی کے لیے جنگ کی بجائے، دینی پریشر گروپ کو تشکیل دیا جائے۔
- خلفاء ونائبین کے ذریعے فوج کے سپہ سالاروں میں نفوذ کیا جائے۔ تاکہ ذاتی اور حکومتی اصلاح کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے خود کو تیار کر سکیں۔

درج بالا نکات وہ جہات تھی، جن پر حضرت مجدد ؒ نے اپنی توجہ اور قوت کو مرکوز کیا ہوا تھا۔ اور اس میں وہ آخر کار کامیاب بھی ہوئے۔

شاہ ولی اللہ ؒ کی کامیابی کی جہات:

امتِ مسلمہ میں بڑے بڑے مصلح پیدا ہوئے جنہوں نے زوال کے آگے بند باندھنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور کسی حد تک اس زوال کی رفتار کو کم کرنے کی بھی پوری کوشش کی ہے۔ شاہ ولی اللہ ؒ کا نام بھی برصغیر کے ان مصلحین میں ہوتا ہے، جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے دورِ زوال میں ان کو سہارا دیا۔ چاہے یہ سہارا اجتماعی اداروں کے لحاظ سے ہو یا سیاسی امور میں۔

18-ویں صدی، مسلمانوں کے معاشرتی اور سیاسی ضعف کی صدی تھی۔ معاشرے کے ہر طبقے کے لوگ اخلاقی، معاشی، روحانی انحطاط کا شکار تھے۔ سیاسی میدان میں بھی ہر طرف سے شکست ان کو گھیرے ہوئے تھی۔ ایک طرف تورانی ؒ-ایرانی ؒ محاذ قایم تھا تو دوسری طرف سکھ ؒ، جاٹ ؒ، مرہٹے ؒ مسلمانوں کو ختم کرنے میں مصروف تھے۔ پھر نادر شا ہ ؒ کے حملے نے اور یکے بعد دیگرے احمد شاہ ابدالی ؒ کے ہندوستان آنے سے جو معاشی بحران پیدا ہوا۔ اس نے مغل ؒ بادشاہوں سے لے کر عوام تک کو کسمپرسی کی حالت میں پہنچا دیا۔ تاہم شاہ صاحب ؒ نے اصلاح کی تحریک کا آغاز خود مسلمانوں کو مخاطب کر کے کیا۔ جس کے لئے انہو ں نے قوم کے ہر طبقے سے انفرادی طر پر خطاب کیا۔ انہیں ان کی خامیاں، کمزوریاں اور ناانصافیوں کی طرف متوجہ کیا۔ تاکہ ہر طبقہ اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرے۔ اپنی اصلاح کی فکر کے لیے کوشش کرے۔ [۱۳]

اس مقصد کے لیے شاہ صاحب ؒ نے اپنی اصلاحی تحریک کو تین حصوں میں منقسم کیا۔

- تجدیدی تحریک
- سیاسی تحریک
- معاشی تحریک

درج بالا نکات، شاہ صاحب ؒ کی کامیابی کی جہات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلی اصلاح وتجدید کی تحریک میں شاہ صاحب ؒ نے جو کام انجام دئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

- دورِ زوال میں مذہبی تعصب حد سے بڑھنے لگا تو فقہ و تصوف کے پیروکاروں میں تفریق ہونے لگی۔ عوام ایک دوسرے کی تغلیط و تردید کرنے لگے۔ جس کی بناء پر مسلمان معاشرہ مقلد و غیر مقلد، وجودی و شہودی اور سنی و رافضیت کے گروہوں میں تقسیم ہونے لگا۔ اپنے اصولِ تطبیق کی روشنی میں اور اسی طرح اسلام کے مکمل نظامِ حیات کو بہترین جامعیت اور منطقی ربط کے ساتھ، فکری، اخلاقی، شرعی اور تمدنی نظام کی وضاحت کرنے کی بھی سعی شاہ صاحب نے کی۔ اسی طرح قرآن کے فارسی ترجمہ اور حدیث کے درس نے مسلمانوں میں منجمد اخلاقی اور روحانی قوت کو پھر سے پگھلانے میں اہم کردار ادا کیا۔"[۱۴]

دوسری جہت، سیاسی تحریک کے حوالے سے شاہ صاحب نے جن اہم امور کو سرانجام دیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

- امراء، وزراء و شاہانِ مغلیہ کو اصلاح کے لیے مخاطب کیا۔
- حکومت مخالف عناصر کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے امراء کی توجہ مبذول کروانا۔
- اخلاقی اور روحانی تعاون کی یقین دہانی کروانا۔
- مرہٹوں کے خلاف، نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی کی مشترکہ عسکری اتحاد کو لائحہ عمل دینا۔
- م رہ ٹ وں ک ی ق وت ک و خ ص وص اً ک م زور ک رن ا۔
- مغلوں کی حکومت کو باقی رکھنے کی کوشش کرنا۔ کیوں کہ اس سلطنت کا نعم البدل اور کوئی نہ تھا۔

ان تمام درج بالا امور میں شاہ صاحب کی مساعی کافی حد تک کامیاب رہی۔ اور سیاست میں ان کا حصہ دراصل مسائل میں حکمتِ عملی کی وجہ سے تھا جو انہیں، ان کے والد کی تربیت سے حاصل ہوا تھا۔[۱۵]

تیسری جہت، معاشی تحریک تھی۔ معاشی صورتحال نے ہندوستان کے ہر فرد کو متاثر کیا تھا۔ اشیاء کی قیمتیں بڑھ جانے سے، بنیادی ضروریاتِ زندگی، ہر فرد کی پہنچ سے دور ہونے لگی تھی۔ شاہی خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ بادشاہوں کی تعیش پسند زندگی، مخالفین کے مقابلے میں سہل پسندی، خالصہ کی کمی، جاگیرداروں کی اجارہ داری، ناجائز محصولات، بیرونی حملہ آوروں کی لوٹ مار، برسوں سے ملتوی افواجِ شاہی کی تنخواہوں اور رشوت ستانی نے برصغیر کی معاشی حالت کو غیر متوازن کر دیا تھا۔ شاہ صاحب نے ان تمام معاشی استیصال اور اقتصادی برائیوں کی وجہ ملوکیت اور بادشاہت کو قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی اصلاح کے لیے کسی تخریبی طریقے کو پسند نہیں کیا بلکہ اقتصادی توازن کے حصول کے لیے عدل وانصاف کو لازمی قرار دیا ہے۔ تاکہ دولت کی تقسیم عادلانہ اور منصفانہ طریق پر ہو۔"[۱۶]

حضرت مجددؒ کی پالیسی پر اعتراضات:

حضرت مجددؒ کے کثیر الجہتی کام میں سے سب سے اہم کام اقتدار کارخ بے دینی سے موڑنے اور اکبرؒ کے مدون کردہ **دینِ الٰہیؒ** کو ختم کرنے کی سعی کرنا ہے۔ حضرت مجددؒ کے مکتوبات سے درج ذیل مسائل کا پتا چلتا ہے۔ جن کا تعلق حکومتی امور سے ہے۔

- اکبر کے دور سیاست میں اسلام سے دشمنی مفہوم ہوتی ہے۔
- رسول ﷺ کے مبارک نام کو چھوڑا جا رہا تھا۔ اور اس کا متبادل نام تجویز کیا جاتا تھا۔
- اہلِ ہنودؒ بر سرِ پیکار تھے۔ کافروں کے رسوم کو جاری کیا جا رہا تھا۔
- ارکانِ اسلام کی ادائیگی پر پابندی لگائی جا رہی تھی۔
- مسجدوں اور مقبروں کو توڑا جا رہا تھا۔
- متشرع علماء کو قتل کیا جا رہا تھا۔
- دینِ اسلام کی سرِ عام توہین کی جاتی تھی۔
- نبوت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جا رہے تھے۔
- حکمت و مصلحت کو نبوت کا حاصل قرار دیا گیا تھا۔"[1]

درج بالا نکات کی روشنی میں حضرت مجددؒ کی مساعی قابلِ تعریف ہے۔ آپؒ نے جن مناسب حال اور اصلاح کے معتدل ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے، ان مسائل کی اصلاح کی۔ آج کے بہت سے محققین نے ان پر سوالات اٹھائے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

- حضرت مجددؒ نے بغاوت کیوں نہ کی؟
- حضرت مجددؒ کا ہندوؒ احیا کی تحریک (بھگتی) کے بارے میں کیا خیال تھا؟
- برصغیر کی اکثریتی ہندوؒ جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے طرزِ عمل کے حوالے سے حضرت مجددؒ کا موقف کیا تھا؟
- کیا حضرت مجددؒ نے اکبریؒ الحاد کے خاتمے کے لیے انفرادی طور پر سعی کی؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں خروج و بغاوت کی روایت کا انجام انتہائی ناکام رہا ہے۔ اسلامی ذہن، کسی بھی طرح اسے قبول نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف اگر خروج کیا بھی جائے تو اس کے لیے واضح شرط، حکمران سے صریح کفر کے ارتکاب کا ہونا لازمی ہے۔ بغاوت کی صورت میں اگر قوت کے ساتھ کامیابی کا یقین ہو یا بصورتِ دیگر متبادل اقتدار یا نظام کا نفاذ ہو سکتا ہے تو بغاوت یا خروج کیا جا سکتا ہے، وگرنہ نہیں۔ دوسرے سوال کہ

جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے، کیوں کہ اسلامی تعلیمات کی وجہ سے ہندومت کے لوگ آزادیٔ فکر، مساوات اور عدل و انصاف کی طرف راغب ہونے لگے تو بھگتی تحریک کا آغاز ہوا۔ اکبرؒ کے طبعی میلان کی وجہ سے شعائر اسلام گائے کی قربانی اور جزیہ کی موقوفی عمل میں آئی۔ خلاف، اسلام رسوم کا اجراء ہوا۔ ارکانِ اسلام پر طعن ہونے لگا۔ مسجدوں کی جگہ مندر تعمیر ہوئے اور ہندوؔ سیاسی طور پر محرک ہوئے۔ اسی لیے حضرت مجددؒ کا نکتہ نظر معاصر سماجی اور سیاسی حالات سے متاثر ہونے کی وجہ سے سخت ہوا۔ جو ایک فطری ردِ عمل تھا۔ اس لیے آپؒ کبھی انہیں اپنی مجلس سے دور کرنے اور کبھی انہیں ذلیل وخوار کرنے کا حکم دیتے۔ اور کبھی انہیں رذیل جانوروں سے تشبیہ دیتے۔

تیسرے سوال کے جواب میں حضرت مجددؒ کا نکتہ نظر عملی نوعیت کا تھا۔ جس کی تائید تاریخی طور پر ہو گئی تھی۔ اکبرؔ نے دینِ الٰہی کے نام پر بین الادیان اشتراک پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب کہ ہر دے رامؔ نے رامؔ اور رحمنؔ کو ایک قرار دے کر متحد الفکر کرنے کی سعی کی۔ لیکن حضرت مجددؒ نے اس طرزِ عمل کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک خطرہ عظیم قرار دیا۔ اور صرف ایک مصالحتی حل پیش کیا۔ جس کی روشنی میں ہندو اور مسلمان رواداری کا رویہ اختیار کر کے برصغیر میں رہ سکتے ہیں۔ [۱۸] چوتھے سوال کے جواب کے لیے آباد شاہ پوریؔ لکھتے ہیں کہ چوں کہ حضرت مجددؒ کا تعلق طبقہ صوفیاء سے ہے۔ اس لیے لوگ انہیں فکر و نظر کے اعتبار سے تو سیاسی محرک خیال کرتے ہیں لیکن عملاً وہ اسے حضرت مجددؒ کا کارنامہ خیال نہیں کرتے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک اصلاح کا کام آج کی اصطلاح میں کوئی منظم دینی یا سیاسی تحریک کی طرح، قائد بنتے ہوئے اور افراد کو اپنے گرد جمع کر کے اقتدار کے خلاف صف آراء ہونے سے انجام پاتا ہے۔ لیکن حضرت مجددؒ کا تعلق جس دور سے ہے اس میں جمہوریت نہیں بلکہ مطلق العنان شخصی حکومت ہوتی تھی۔ اس میں اصل قوت حکمران طبقہ ہوتا تھا۔ اور ثانوی درجہ امراء، مصاحبین اور عمال کا ہوتا ہے۔ اگر پہلے طبقے کو راہِ راست پر لانا ہے تو دوسرے طبقے کے افراد کو واسطہ قرار دیتے ہوئے۔ کیوں کہ یہی طریقہ اصلاح، اسلامی روایت میں اختیار کیا گیا ہے۔ [۱۹] جب کہ دوسری طرف ابو الحسن زید فاروقی صاحبؒ حضرت باقی باللہؒ کو اکبری الحاد کے مٹانے کے بانی اور حضرت مجددؒ کو اس الحاد کے خاتمے اور انجام دینے والے قرار دیتے ہیں۔ [۲۰]

شاہ ولی اللہؒ کی پالیسی پر اعتراضات:

شاہ ولی اللہؒ جنہیں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے، دورِ زوال کا مصلح کہا جاتا ہے۔ آپؒ نے نہ صرف مسلمانوں کی سیاسی زوال پزیری کو روکا بلکہ معاشرتی اور معاشی اصلاح بھی کی۔ خود مسلمانوں کو ان کے عیوب دکھائے۔ جن کی وجہ سے وہ دوسرے کے سامنے مغلوب ہو گئے ہیں۔ احمد شاہ ابدالیؒ کو بلا کر ملک کی سیاسی صورتحال کو بحال کیا۔ تاہم بہت سے محققین اور مفکرین نے شاہ صاحبؒ کی سیاسی اصلاح کے حوالے سے کی جانے والی مساعی پر اعتراضات اٹھاتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

- شاہ ولی اللہؒ اور اس مکتبہ فکر کے علماء نے احمد شاہ ابدالی کے پیشرو نادر شاہؒ کو ہندوستان پر حملے کی دعوت کیوں نہیں دی؟
- علماء وصوفیاء کی احمد شاہ ابدالیؒ ہی سے ہمدردی کیوں تھی؟
- احمد شاہ ابدالیؒ ہی کو مدعو کیوں کیا گیا؟
- شاہ ولی اللہؒ ہندوستان میں فرقہ وارانہ فضاء کیوں قائم کرنا چاہتے تھے؟

پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کا دور برصغیر کے مسلمانوں کے لیے زوال پزیری کا دور ہے۔ ملک کی سیاسی صورتحال اگرچہ کمزور تھی لیکن معاشی صورتحال مختلف خانہ جنگیوں اور عیاشانہ طرزِ حیات کے باوجود پھر بھی بہتر تھی۔ لیکن نادر شاہیؒ حملے کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں کی معاشی حالت کافی حد تک خراب ہو گئی۔ قتل وغارت اور لوٹ مار کا شکار صرف امراء اور وزراء ہی نہ تھے بلکہ عام افراد بھی بے حد متاثر تھے۔ کوئی محلہ، گلی، گھر، مسجد اور جگہ ایسی نہ تھی جہاں نادر شاہؒ کی فوج نے داخل ہو کر اپنی تخریبی کاروائیاں نہ کی ہوں۔ عوام کے قتل کے علاوہ تقریباً پانچ ہزار مغلیہؒ سپاہی بھی مارے گئے تھے۔ نادر شاہؒ جو مال و دولت اپنے ساتھ واپس لے کر گیا تھا، اس میں کم و بیش دو کروڑ روپے مالیت کے مختلف تخت جیسے تختِ طاوس اور سات سو سے زائد ہاتھیوں پر قیمتی زیورات لدے ہوئے تھے۔ لوٹ مار سے حاصل شدہ رقم اس کے علاوہ تھی۔ دہلیؒ سے واپسی کے دوران ہی اپنی فوج کو ایک سال کی پیشگی ادائیگی اور اس کے برابر انعامات بھی دیئے تھے۔ [۲۱] شاہ صاحبؒ نے نادر شاہؒ کے حملے کو آفت سے تشبیہ دی تھی۔ [۲۲] چوں کہ نادر شاہیؒ حملے نے دہلیؒ کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ جس میں عام افراد سے لے کر شرفاء تک متاثر ہوئے تھے۔ اس لیے شاہ صاحبؒ سمیت دیگر علماء نے جو رائے قائم کی اور نادر شاہؒ کے حملے سے جو نتائج اخذ کیے، وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھے کہ نادر شاہؒ نے مسلمانوں کو زیر و زبر کر دیا اور مرہٹوںؒ و جاٹوںؒ کو زندہ چھوڑ دیا۔ مخالفوں کو اپنے حملے سے مضبوط اور اسلام و مسلمانوں کو کمزور کر دیا۔ اہلِ کفار کی موجودہ حالت سے ایسے لگتا ہے کہ جیسے اسلام کا نام بھی باقی نہیں رہے گا۔ [۲۳] غالباً ان ہی نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے شاہ صاحبؒ اور ان کے مکتبہ فکر کے علماء نے نادر شاہؒ کو ہندوستان آنے کی دعوت نہیں دی۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ علماء وصوفیاء کے حلقے میں احمد شاہ ابدالیؒ کی شخصیت غیر متعارف نہیں تھی۔ اور خود ابدالیؒ بھی علماء صوفیاء کی بہت قدر اور عزت کرتا تھا۔ ہندوستان میں اپنے ایک حملے کے دوران، لاہور کے ایک صوفی شیخ حاجی محمد سعید نقشبندیؒ کو اس قدر عزت دی کی ان کے علاقے میں کسی بھی قسم کی لوٹ مار اور قتل وغارت کو ممنوع قرار دے دیا۔ [۲۴] شاہ فقیر اللہ علویؒ کے بہت سے خطوط ابدالیؒ کے نام ہیں۔ حضرت مجددؒ کے نبیرہ قاضی ادریسؒ نے مرہٹےؒ اور جاٹوںؒ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ جس سے متاثر ہو کر نجیب الدولہؒ نے مغلوںؒ کا ساتھ دیا۔ اور مخالفینِ حکومت کے ساتھ جنگ کی۔ [۲۵] ہمدردی کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ ابدالیؒ اور اس کے حلیف پانی پتؒ کی آخری جنگ سے پہلے اور بعد میں کئی بار حملہ کرنے کے بعد بجائے اس کے

کہ ہندوستان میں ابدالیؒ کی حکومت قائم کرتے۔ لیکن ابدالیؒ، مغلؒ بادشاہ کو ہی تخت پر بٹھا کر گیا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ تمام علماء وصوفیاء ابدالیؒ کی وسعتِ قلبی اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے اس کے قائل تھے۔

تیسرے سوال کہ جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابدالیؒ کے مقابلے کا کوئی اور فوجی سپہ سالار نہیں تھا۔ جو مسلمانوں کے سیاسی اضمحال کو قوت دے سکتا۔ اس کے علاوہ شاہ صاحبؒ نے ابدالیؒ کی شخصیت اور اس کی خصوصیات کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ بقول شاہ صاحبؒ ابدالیؒ، ایک صاحب اقتدار و شوکت بادشاہ ہے۔ لشکرِ اسلام کو شکست دے سکتا ہے۔ دور اندیش اور جنگ آزما ہے۔ اسلام کو قوت دے سکتا ہے۔ [۲۶] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابدالیؒ میں دینی حمیت بھی زیادہ تھی۔ وہ مسلمانوں کو طاقتور اور اسلام کی بالادستی کو پسند کرتا تھا۔ ابدالیؒ کے ہندوستان بلانے کو ایک مکتبہ فکر، مغل حکومت سے بغاوت قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بغاوت تو اس صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ حاکم جماعت کو اس امر سے بے خبری ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ خاندانِ مغلیہؒ کے بہت سے لوگ، خود شاہ عالم ثانیؒ، امیر الامراء نجیب الدولہؒ اور دیگر ہندو راجہ مادھو سنگھؒ اور بجے سنگھؒ نے بھی ابدالیؒ کو خفیہ طور پر خطوط لکھے تھے۔ چوں کہ نجیب الدولہؒ، ابدالیؒ کا نمائندہ تھا۔ اس لیے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اکثر خطوط، نجیب الدولہؒ ہی کے ذریعے ابدالیؒ تک پہنچتے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاہ صاحبؒ نے ابدالیؒ کے نام خط کو تحریر کیا ہو، جس کی تائید نجیب الدولہؒ اور شاہ عالم ثانیؒ نے بھی کی ہو۔ اور وہ ابدالیؒ تک پہنچ گیا ہو۔ مغلیہؒ خاندان کی شاہ صاحبؒ سے خط و کتابت [۲۷] اور ملاقات کے دوران حکومتی امور پر گفتگو اور آراء کا پوچھنا صرف کشف والہام ہی کی بناء پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ٹھوس زمینی حقائق کی بناء پر ہی ہو گا۔ وہ جانتے ہوں گے کہ شاہ صاحبؒ کی آراء و تجاویز کی ابدالیؒ کے ہاں کیا قدر و قیمت ہو گی۔ دوسری طرف خود ابدالیؒ کا تعلق آج کے افغانستانؒ سے نہیں تھا، جو ایک قومی ریاست (Nation State) ہے۔ بلکہ اس افغانستانؒ سے تھا جو مغلوںؒ کا سرحدی علاقہ تھا۔ اور ان کی حکومت کا صوبہ تھا۔ کابلؒ، ہندوستانؒ اور خراسانؒ کے درمیان ایک برزخ کی طرح ہے۔ اور زمانہ دراز سے یہ ہندوستان کی مملکت میں شامل تھا۔ [۲۸] اس لحاظ سے ابدالیؒ، کوئی غیر ملکی بادشاہ نہیں تھا۔ بلکہ اس کی حیثیت ایک مغلؒ سلطنت کے آزاد و خود مختار والی کی تھی۔ تیسرا یہ کہ خود شاہ صاحبؒ نے ابدالیؒ کو ہندوستان، مسلمانوں کی امداد کے لیے بلایا تھا۔ اور قبضے سے ملک کو بچانے کے لیے **فتح مکّہ** کو بطور مثال کے پیش کیا۔ اور ساتھ ہی یہ اشارہ بھی کر دیا کہ "دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں"۔ جس سے اشارہ ہے یہ کہنے میں کہ جہاد کی غرض سے آنے میں جو اخراجا ت ہوں گے وہ غنیم کے حصول سے پورے ہو جائیں گے۔ [۲۹]

چوتھے سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے ک شاہ صاحبؒ کے نزدیک اسلام ہی وہ واحد دین ہے، جو تمام انسانوں کی بھلائی کا جامع نظام پیش کرتا ہے۔ اسلامؒ آج کی اصطلاح میں کوئی فرقہ وارانہ مسلک یا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ بنی نوع انسان کی بھلائی کا ایک ایسا عالمگیری اور ہمہ جہتی نظام ہے جس میں فرقہ پروری اور انتشار کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ [۳۰] دلیل کے طور

پ ر ہ م ش اہ ص اح ب ؒ ک ی اس ع ب ارت ک و پ ی ش ک ر س ک ت ے ہ ی ں ج و ان ہ وں ن ے ن ج ی ب ال دول ہ ؒ ک ے ن ام ر
کوئی فوج دہلیؒ کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمیؒ کی حیثیت رکھتے ہیں، ہر گز تعارض نہ کرے"۔ [۳۱] جس کی تائید مولانا گیلانیؒ نے ایک مکتوب بنام خلیق احمد نظامیؒ، مولانا سندھیؒ کے نظریہ قومیت سے کی ہے۔ [۳۲]

حضرت مجدِدؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی منصوبہ بندی میں اتفاقی اصول:

- **استحکام سلطنت- مقصد و مطلوب:**

حضرت مجدِدؒ اور شاہ صاحبؒ، مغلیہؒ سلطنت کے دورِ حکومت کے عروج اور زوال کے کناروں پر موجود شخصیات ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف مغلوںؒ کے کارناموں کو ملاحظہ کیا بلکہ ان کے دربار میں ہونے والی ہر فکری و عملی جنبش پر سخت تنقید اور اسکی تردید بھی کرتے تھے۔ تاہم ان سب کے باوجود، دونوں شخصیات نے یہ کبھی بھی اپنا مطمع نظر نہیں رکھا کہ اگر حکومتی مسائل میں کوئی حاکم اپنے سیاسی منصب سے فائدہ اٹھا رہا ہے یا کوئی سیاسی منصب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر شرعی احکام کو رواج دے یا دنیاوی خواہشات میں ملوث ہو کر اپنی ذمہ داریوں سے نا آشنا رہنے کی کوشش کرے۔ جس کی وجہ سے کوئی حکومت مخالف عنصر، منفی سرگرمیوں کا اجراء کرے۔ تو دونوں شخصیات نے اپنے اپنے ادوار میں ان منفی عوامل کے سامنے رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اس معاملے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ لیکن کسی بھی طرح حکومت کو غیر مستحکم نہیں ہونے دیا۔ حضرت مجدِدؒ نے تو مسلمانوں کے سیاسی غلبے کی حمایت میں قید خانے کو بھی ترجیح دے دی۔ جب کہ شاہ صاحبؒ نے یہ جانتے ہوئے کہ ابدالیؒ کے آنے سے اگرچہ مالی اور جانی نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔ لیکن مرہٹوںؒ کے ظلم و ستم کے مقابلے میں ابدالیؒ کی افواج کی کاروائیوں کو برداشت کیا۔ اور مغلوںؒ کی حکومت کو باقی رکھنے میں کامیاب رہے۔

- **دینی احوال کے ذریعے تبدیلیٔ احوال کا منہج:**

حضرت مجدِدؒ اور شاہ صاحبؒ دونوں ہی طبقہ علماء صوفیاء میں شامل تھے۔ دونوں کی گہری بصیرت نے یہ دیکھ لیا تھا کہ دینِ اسلام اور اس کی فطری تعلیمات سے دوری ہی مسلمان معاشرے کی بے راہ روی کا نتیجہ ہیں۔ چوں کہ سماجی برائیوں کی اصلاح کی ذمہ داری مقتدر طبقے کی ہے۔ لہٰذا محتسب کا انتخاب ہی اس صلاح کو کار آمد بنا سکتا ہے۔ لیکن جب اس انتخاب کے اہل حکمر ان ہی خود روحانی ضعف کا شکار ہوں تو اس اہم عہدے کی نگرانی کیسے ہو گی۔ صاحبِ مرقعِ دہلیؒ، 18-ویں صدی کے ہندوستان کی معاشرتی زبوں حالی کو اس قدر کمزور قرار دیتے ہیں کہ محتسب بھی کسی گناہ گار کو پکڑنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ [۳۳] حضرت مجدِدؒ نے بھی امراء و اعیانِ سلطنت کو روحانی اور دینی اصلاح کے ذریعے ہی ذمہ داریوں

کا احساس دلایا ہے۔ خود جہانگیرؒ نے بھی حضرت مجددؒ کی صحبت سے ہی متاثر ہو کر مساجد کی تعمیر، گائے کی قربانی اور اذان کا اجراء کروایا تھا۔[۳۴]

- **سیاسی تدابیر میں اھون البلیتین کا اصول:**

سیاسی و ملکی معاملات کا تعلق حکمتِ عملی سے ہے۔ جس میں اخلاقی اور رواداری کے اصولوں کا استعمال محض ایک تخیل یا مفروضہ ہی ہے۔ سیاسی تجزیہ، انسانی نفسیات، زمینی حقائق اور سیاسی احوال کے مدِ نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے سامنے جو سیاسی احوال اور زمینی حقائق تھے ان کے بارے میں فیصلہ کرنا، آج کے جدید دور میں اور جدید اصطلاحوں کے ساتھ کرنا، علمِ تاریخ وسیاست سے ناآشنائی اور عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ حضرت مجددؒ کے سامنے جو مسائل تھے ان کے سامنے خروج جیسے جنگی اصول کے منفی رویے کو اپنانا، بہت زیادہ انتشار اور فساد کا باعث تھا۔ لیکن اصلاح کے لیے اس سے کم خطرناک رویے قید کو اختیار کرنا اور سختی ومصائب کو برداشت کرنا بھی کم تکلیف دہ اور خطرناک نہیں تھا۔ لیکن خروج وبغاوت کے مقابلے میں اھون تھا۔ اسی طرح شاہ صاحبؒ کے زمانے میں بھی جب مرہٹوںؒ، جاٹوںؒ اور سکھوںؒ نے مغلیہؒ حکومت کو کمزور کرنا شروع کیا تو شاہ صاحبؒ خود بھی عملاً جہاد کر س عام مسلمانوں کے جان ومال کو نقصان پہنچ سکتا تھا تو دوسری طرف شاہ صاحبؒ کے نزدیک ہندوستان سیاسی بدامنی، قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد کی وجہ سے پہلے ہی متاثر تھا اور ملک کے احوال اس کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے ک مزید کسی فوج کشی کو دعوت دی جائے۔

دوسری طرف ابدالیؒ کو دعوت دینے سے جیسی لوٹ مار کی توقع تھی، وہ مرہٹوںؒ اور جاٹوںؒ وغیرہ جیسی ظالم ہندو اقوام کے جبر وستم سے اھون تھی۔ اس کے علاوہ 18-ویں صدی کے مسلمانوں کا اصل مسئلہ سیاسی بقا کا تھا۔ جسے شاہ صاحبؒ نے بخوبی حل کیا۔

- **فوری دفاع ومنفعت کا اصول:**

ایک اور اتفاقی اصول مابین حضرت مجددؒ اور شاہ صاحبؒ، فوری دفاع ومنفعت بھی ہے۔ دونوں شخصیا ت کسی بھی پہلو خواہ معاشی ہو یا سیاسی میں جہاں بھی کوئی کمی، ضعف یا غلطی یا افراط وتفریط ملاحظہ کرتے ہیں تو فوراً اس کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں۔ تاکہ اثرات کے پھیل جانے سے اصلاح مشکل نہ ہو جائے۔ حضرت مجددؒ کو جب خبر ملی کہ جہانگیرؒ نے چار علماء کو تعینات کرنے کا حکم دیا ہے تو فوراً شیخ فریدؒ کو ماضی کے مذہبی مباحث ک تعیناتی کا مشورہ دیتے ہیں۔ اسی طرح شاہ صاحبؒ کو بھی جب بعض ہندو سرکاری ملازم کی جاٹوںؒ کے ساتھ نرمی برتنے کی خبر

م ل ت ی ه ے ت و ف ور آ ن ج ی ب ال د ول ہ ک و خ ط م ی ں ت اک ی د ک رت ے ه ی ں ک ه ج اٹ وں ک ی س ر ک وب ی ک ے ا
کامیابی میں دیر ہو گی۔[۳۵]

- **کفار کے مقابلے میں اہلِ اسلام فسّاق کو ترجیح کا اصول:**

حضرت مجددؒ اور شاہ صاحبؒ کے باہم اتفاقی اصولوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ان دونوں مفکرین نے اپنے اصلاح پروگرام میں اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے کہ مسلمان چاہے کتنا ہی فاسق و گناہ پر ممارست رکھتا ہو، غیر مسلم ایماندار پر ترجیح دی ہے۔ حضرت مجددؒ نے تمام مکتوبات میں جہاں اصلاحِ معاشرہ اور سیاست کو موضوع بنایا ہے، ہندوؤں کو اپنی مجلس سے دور رکھنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں نجس، مشرک، کافر اور یہاں تک کہ رذیل جانور سے بھی تشبیہ دیتے تھے۔ اس طرح شاہ صاحبؒ نے مغل امیر، مجد الدولہ عبد الاحد خانؒ کو جو اگرچہ شاہ صاحبؒ کا مکتوب الیہ تھا، کو" عمدۃ الامراء فرزند خان" کا خطاب ملا تو اس کے مزاج میں تغیر آ گیا۔[۳۶] لیکن اس کے باوجود بھی شاہ صاحبؒ نے عبد الاحد خانؒ کے نام کئی خطوط میں اصلاحِ حکومت و معاشرہ کی تاکید کی ہے۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے مغلؒ سلطنت کے دو اہم سیاسی ادوار کا، مجددِ الفِ ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی فکر کو سامنے رکھ کر جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ اول الذکر، اکبرؒ و جہانگیرؒ کے سیاسی قوت و اقتدار کے دورِ عروج میں اس وقت سامنے آئے، جب اسلامی حکومت ہندومتؒ اور رافضیتؒ کے زیرِ سایہ پروان چڑھ رہی تھی۔ جب کہ
ث ان ی ال ذک رؒ ن ے اس وق ت م س ل م ان وں ک ی س ی اس ی ب ق اء ک و م م ک ن ب ن ای ا، ج ب م ره ٹ ےؒ، ج اٹ
کر رہے تھے۔ اور مغلؒ سلطنت کے متبادل اور جانشین بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں شخصیات نے جو اصلاحِ سیاست کے لیے اصول وضع کیے، ان میں اشتراک بھی ہے اور جدّت بھی۔ عدم مداخلت بھی ہے اور عدم تصادم بھی۔ خفیہ تدابیر بھی ہیں اور استمداد و تعاون بھی۔ تاہم کوئی بھی ایسے امور انجام نہیں دیے جس سے مسلمانوں کی سیاسی و اجتماعی جمعیت منتشر ہو۔ اس کے علاوہ دونوں شخصیات پر کیے جانے والے اعتراضات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

[۱] قریشی، اشتیاق حسین **فلسفہ اقبال کے نفسیاتی منابع** سلسلہ خطبات بیادِ اقبال، پنجاب یونیورسٹی، لاہور 1966ء، ص:2-11۔
Qureshi, Ishtiaq H., Falsafa e Iqbal ke Nafsiati Manab'ey, silsila khutabat e biyad e Iqbal, Punjab University, Lahore, 1966, p: 2-11.

[2] بدایونی، ملا عبد القادر، **منتخب التواریخ** اردو ترجمہ از محمود احمد فاروقی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط: س ن، ج2، ص:466-467۔

Bidayoni, Mulla A. Qadir, Muntakhab ul Tawareekh Urdu transl. by Mehmood Ahmed Faruqi, Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, Vol. 2, P: 466-467.

[3] محمد اسلم، **دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر**، ندوۃ المصنفین، لاہور، ط:1970ء، ص:222۔

M Aslam, Deen e Elahi aur uska pas manzar, Nadwa tul Musanifeen, Lahore, 1970, p: 222.

[4] شیخ محمد اکرام، **رودِ کوثر**، ادارہ ثقافت، اسلامیہ، لاہور، ط: ، ص:319۔

M Ikram, Sheikh, Raud e Kauthar, Idara Saqafat e Islamia, Lahore, 2016, p: 319.

[5] وہ علماء اور مشائخ جنہوں نے اکبریؒ عزائم کے خلاف آواز اٹھائی اور قتل کیے گئے، ان میں سرِ فہرست حضرت مجددؒ کے خسر شیخ نظام تھانیسریؒ، جنہوں نے گائے کے ذبح پر فتویٰ دیا تھا۔ اور شیخ منور عبد الحمید لاہوریؒ بھی تھے۔ انہیں پہلے قید اور پھر قتل کروا دیا گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

ندوی، ابو الحسن علی، **تاریخ دعوت و عزیمت** مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ط: س ن،، ج:4، ص:294، 293؛ **منتخب التواریخ**، ج:3، ص:627۔

Nadwi, Abu Al Hassan A, Tareekh Dawat o Azeemat, Majlis Nashriat e Islam, Karachi, vol. 4, p: 293-294; , Muntakhab ul Tawareekh, Vol. 3, p: 627.

[6] شیخ ابراہیم محدث اکبرؒ، شیخ حسین اجمیریؒ، شہباز خان کنبوہؒ، شیخ عبد القادر اُچیؒ، شیخ عبد القادر لاہوریؒ، اکبرؒ کا دودھ شریک بھائی خانِ اعظم مرزا عزیز الدین دہلوی کوکہؒ جیسے افراد نے حق گوئی کا اظہار کیا۔ تاہم انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

تاریخ دعوت و عزیمت ج:4، ص:294۔

Tareekh Dawat o Azeemat, Vol. 4, p: 294.

[7] جیسے ملا مبارکؒ، ابو الفضلؒ اور فیضیؒ وغیرہ **تاریخ دعوت و عزیمت** ج:4، ص:125۔

Tareekh Dawat o Azeemat, Vol. 4, p: 125.

[8] پروفیسر خلیق احمد نظامیؒ نے ابدالیؒ کے حملوں کی تعداد 9- بتائی ہے۔ شاہ صاحبؒ کے عہد میں وہ 7- مرتبہ ہندوستان آیا تھا۔ جن میں سے کبھی وہ خود آیا تھا اور کبھی برصغیرؒ کے مسلمانوں کی طرف سے مدعو کیا گیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

نظامی، خلیق احمد، **شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات** مکی دار الکتب، لاہور، ط:2023ء، ص:216-219۔

Nizami, Khaleeq A., Shah Waliullah ke Siyasi Maktubat, Makki Dar ul Kutab, Lahore, 2023, p: 216-219.

[9] ای ض اَ ء، 7م، ص:97۔

Ibid, L. 7, p: 97.

[10] اس دور کی بغاوتوں و خروج اور ان کے نتائج کے لیے دیکھئے:

منتخب التواریخ ج:2، ص:369355، 363، 373، 483، 489، 526۔

Muntakhab ul Tawareekh, Vol. 2, p: 355, 363,369, 373, 483, 489, 526.

[11] محمود، سیّد قاسم، **حضرت مجدّدِ الفِ ثانیؒ** نظریہ پاکستان ٹرسٹ، لاہور، ط:2013ء، ص:46-49، 51، 56-57، 71-72۔

Mehmood, Qasim S., Hazrat Mujaddid Alf e Thani, Nazria Pakistan Trust, Lahore, 2013, pp: 46-49, 51, 56-57, 71-72.

[12] محمود، سیّد قاسم، **حضرت شاہ ولی اللہ** نظریہ پاکستان ٹرسٹ، لاہور، ط: 2013ء، ص: 44-48۔

Mehmood, Qasim S., Hazrat Shah Waliullah, Nazria Pakistan Trust, Lahore, 2013, pp: 44-48.

رَودِ کوثر، ص:532۔

[13] Raud e Kauthar, p: 532.

[14] ای ض اَء، ص: 533؛ مودودی، ابوالاعلیٰ، منصبِ تجدید کی حقیقت اور تاریخِ تجدید میں شاہ ولی اللہ کا مقام، مشمولہ در الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، انجمن خدام الاسلام، لاہو، ط: س ن، ص: 103۔

Ibid, p: 533; Maududi, Abu al ‘Ala, Mansab e Tajdeed ki Haqeeqat aur Tareekh e Tajdeed mein Shah Waliullah ka Muqam, Mashmula dar Al Furqan Shah waliullah number, Anjuman Khudam ul Islam, Lahore, p: 103.

[15] **رَودِ کوثر**، ص:536۔

Raud e Kauthar, p: 536.

[16] **شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات**، ص: 33۔

Shah waliullah Ke Siyasi Maktubat, p: 33.

[17] فاروقی، ابوالحسن زید، **حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین** ورلڈ ویو پبلشرز، لاہور، ط: 2019ء، ص: 103-104۔

Faruqi, Abu al Hassan Zaid, Hazrat Mujaddid aur unke Naqadeen, World View Publishers, Lahore, 2019, p: 103-104.

[18] **رَودِ کوثر**، ص: 318-325۔

Raud e Kauthar, p: 318-325.

[19] شاہ پوری، آباد، **حضرت مجددؒ کے سیاسی مکتوبات** مکتبہ چراغِ اسلام، لاہور، ط: 1977ء، ص: 58۔

ShahPuri, Aabad, Hazrat Mujaddid Ke Siyasi Maktubat, Maktaba Chiragh e Islam, Lahore, 1977, p: 58.

[20] **حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین**، ص: 166۔

Hazrat Mujaddid aur unke Naqadeen, p: 166.

[21] مجدّدی، محمد اقبال، **مقدمہ: حضرت مظہر کا سیاسی و سماجی ماحول** مشمولہ در مقاماتِ مظہریہ از حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط: دوم 2001ء، ص:93۔

Mujaddidi, Iqbal M., Muqaddimah: Hazrat Mazhar ka Siyasi o Samaji Mahol Mashmula dar Maqamat e mazhariya az Hazrat Shah Ghulam Ali Dehlavi, Urdu Science Board, Lahore, 2001, p: 93.

[22] پھلتی، محمد عاشق، **القول الجلی فی ذکر آثار الولی** (اردو ترجمہ از مولانا محمد تقی انور علی)، شاکر پبلیکیشنز، لاہور، ط: 1999ء، ص: 198۔

Phulti, Aashiq M., Al Qawl ul Jali fi Zikr e Aasar ul Wali Urdu transl. by Mawlana Muhammad Taqi Anwar Ali, Shakir Publications, Lahore, 1999, p: 198.

[23] **شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات** م:2، ص: 83۔

Shah waliullah Ke Siyasi Maktubat, L: 2, p: 83.

[24] گنڈا سنگھ، احمد شاہ درانی، گوشہ ادب، جناح روڈ، کوئٹہ، 1990ء، ص: 85۔

Ganda Singh, Ahmed Shah Durrani, Gosha e Adab, Jinah Road, Quetta, 1990, p: 85.

[25] ایضاً، ص: 254۔

Ibid, p: 254.

[26] شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، م: 2، ص: 82۔

Shah waliullah Ke Siyasi Maktubat, L: 2, p: 82.

[27] ایضاً، م: 3، 11، 26، ص: 91-92، 103-105، 127-129۔

Ibid, L: 3, 11, 26, p: 91-92, 103-105, 127-129.

[28] سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ص: 160-162۔

Sindhi, Obaid Ullah, Shah Waliullah ki Siyasi Tehreek, Sindh Sagar Academy, Lahore, p: 160-162.

[29] شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، م: 2، ص: 83۔

Shah waliullah Ke Siyasi Maktubat, L: 2, p: 83.

[30] اکبر آبادی، سعید احمد، التقریظ والانتقاد (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات)، ماہنامہ برہان، ندوۃ المصنفین، دہلی، ط: 1951ء، ج: 26، ش: 3، ص: 189۔

Akbar Aabadi, Saeed A., Al Taqreez o Al Intiqad (Shah waliullah ke Siyasi Maktubat), Mahnamah Burhan, Nadwa tul Musanifeen, Dehli, 1951, Vol. 26, S. 3, p: 189.

[31] شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، م: 6، ص: 95۔

Shah waliullah Ke Siyasi Maktubat, L. 6, p: 95.

[32] ایضاً، ص: 17-18۔

Ibid, p: 17-18.

[33] قلی خان، نواب در گاہ، مرقع دہلی، اردو ترجمہ از ڈاکٹر خواجہ عبد الحمید یزدانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ط: 2020ء، ص: 49۔

Quli Khan, Nawab Dargah, Muraqq'a Dehli Urdu transl. by Dr. Khawaja Abdul Hameed Yazdani, Majlis e Taraqiy e Adab, Lahore, 2020, p: 49.

[34] جہانگیر، تزک جہانگیری، اردو ترجمہ از اعجاز الحق قدوسی، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2007ء، ص: 583، 622۔

Jahangeer, Tuzk e Jahangeeri Urdu transl. by Eijaz ul Haq Quddusi, Majlis e Taraqiy e Adab, Lahore, 2007, p: 583, 622..

[35] شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، م: 8، ص: 99۔

Shah Waliullah ke Siyasi Maktubat, L. 8, p: 99.

[36] مقدمہ: حضرت مظہر کا سیاسی وسماجی ماحول، ص: 69۔

Muqaddimah: Hazrat Mazhar ka Siyasi o Samaji Mahol, p: 69.